رسائل ومسائل

ولوکان بالصّین

روایت "اطلبوا العلم ولو کان بالصین" کے بارے میں محدثین کی کیا رائے ہے؟ روایت صحیح ہے یا موضوع ہے؟ اگر صحیح ہے تو کس درجہ کی اور اگر موضوع ہے تو کس درجہ کی؟ امید ہے کتاب و سنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں گے۔

یہ حدیث موضوع ہے، اس کا راوی احمد بن عبداللہ بن خالد الجویباری ہے۔ ہرات کا ایک قصبہ جویبار یا جوبار ہے اس کی طرف یہ منسوب ہے۔ یہ شخص احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ **کان یضع الحدیث لابن کرام علی ما یریدہ (ابن عدی) فکان ابن کرام یخرجہ فی کتبہ عنہ"** اس کی سند یہ ہے کہ **ابن کرام حدثنا احمد عن الفضل بن موسی عن محمد بن عمرو عن ابی سلمہ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "اطلبو العلم ولو بالصین"** (میزان الاعتدال ج ۱، ص ۱۰۶، ۱۰۷)

قال البیہقی متنہ مشہور اسنادہ ضعیف و قد روی من اوجہ کلھا ضعیفۃ وقال المزی لہ طرق ربما یصل بمجموعھا الی الحسن (فیض القدیر ج ۱، ص ۵۴۲)

پس یہ حدیث موضوع ہے۔ بعض نے اسے ضعیف بھی قرار دیا ہے اور بعض نے حسن لیکن راجح یہی ہے کہ یہ موضوع ہے۔ جیسے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے رائے دی ہے کہ یہ شخص ابن کرام اور دوسرے لوگوں کو احادیث وضع کرکے دیتا تھا اور وہ اپنی کتابوں میں اسے ذکر کرتے تھے۔ واللہ اعلم۔

ویران مسجد کا انہدام

حالیہ سیلاب کے سلسلہ میں ایک مسئلہ درپیش ہے' وہ یہ کہ سیلاب کی بدولت ایک جامع مسجد مسمار ہوئی ہے۔ جس کا کچھ ملبہ اور اینٹیں باقی بچ گئی ہیں۔ سیلاب سے پہلے اس مسجد میں باجماعت نماز ہوتی رہی ہے۔ اس سیلاب کی بدولت آبادیاں دور' دور تک محفوظ مقامات پر چلی گئی ہیں۔ ایک دو افراد یا کوئی مسافر بعض اوقات اس مسجد میں نماز پڑھ لیتا ہے۔ امام مسجد اور دوسرے لوگ پریشان ہیں کہ آیا اس مسجد کو اسی جگہ دوبارہ تعمیر کیا جائے یا کسی دوسری جگہ آبادی میں منتقل کردیا جائے۔ درج ذیل سوالات کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد گرامی ہے۔

۱۔ کیا اس مسجد کو اسی جگہ تعمیر کیا جائے جس جگہ پہلے تھی؟ لیکن باجماعت نماز ناممکن ہے۔

۲۔ کیا اس مسجد کا سامان' اینٹیں اور ملبہ کسی دوسری مسجد پر لگا سکتے ہیں؟

۳۔ اس مسجد کو دوسری جگہ منتقل کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے۔

متعدد علماء نے مشورہ دیا ہے کہ اس مسجد کو دوبارہ اسی جگہ تعمیر کیا جائے' یہی بہتر ہے۔ اس مسئلہ کا مکمل و مدلل حل تجویز فرمائیں۔

آبادی کا دوبارہ امکان ہو تو مسجد اسی جگہ تعمیر کریں لیکن اگر لوگ مستقل طور پر دوسری جگہ چلے گئے ہوں تو اس مسجد کو محفوظ کرلیجیے۔ یہ مسجد بھی رہے اور دوسری جگہ الگ مسجد بنا لیجیے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس قسم کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا "روایات بالا سے معلوم ہوا کہ اصل اور راجح تو عدم جواز نقل ہے لیکن بعض علماء ضرورت (اضطرار) میں جواز کے قائل ہوئے ہیں۔ سو بلا ضرورتِ شدیدہ تو اصل مذہب کو چھوڑنا جائز نہیں اور ضرورتِ شدیدہ میں گنجائش ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جب ایک مسجد مستغنی عنہ (بے نیاز) ہوجائے تو اس کا وقف دوسری مسجد میں صرف کرنا بھی جائز ہے"۔ (امداد الفتاویٰ ج دوم ص ۹۹ - ۶۹۸)

ضرورتِ شدیدہ اور مسجد سے بے نیازی کا مطلب یہ ہے کہ آبادی وہاں سے عارضی طور پر نہ گئی ہو بلکہ مستقلاً" چلی گئی ہو اور دوبارہ وہاں آبادی کی توقع نہ ہو۔ چونکہ اس کا فیصلہ جلدی جلدی نہیں ہوسکتا۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ جہاں ضرورت ہو وہاں الگ سے مسجد بنا لی جائے اور موجودہ مسجد کو جس شکل میں ہے محفوظ کرلیا جائے۔ واللہ اعلم

جہیز کی مسنون صورت

مندرجہ ذیل امور کے بارے میں قرآن و حدیث کی روشنی میں واضح رہنمائی فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

۱ - ہمارے ہادیٔ برحق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹیوں کو جہیز میں کیا دیا تھا۔

۲ - کیا بیٹی کے نکاح پر اعزہ سے تحائف وصول کرنا یا والدین کا اپنی بیٹی کو جہیز دینا جبکہ وہ اس کو وراثت میں بھی حصہ دیں، جائز ہے یا ناجائز ہے۔

۳ - ہمارے ایک دوست ہیں وہ جہیز دینے والے کو سورہ نساء کی ابتدائی آیات سے لیکر بالخصوص آیت نمبر ۱۴ (وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ... يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا) کی رو سے ابدی جہنمی قرار دیتے ہیں۔ اس کی صراحت فرمائیں۔

۴ - ابدی جہنمی کون کون لوگ ہیں۔

آپ کے استفسار کا جواب یہ ہے کہ بیٹی کو گھر سے رخصت کرتے ہوئے کوئی چیز عطیہ کے طور پر دینا اچھی بات ہے۔ اس میں نمود و نمائش نہیں ہونی چاہیے اور اولاد میں سے دوسروں کی حق تلفی نہیں کرنی چاہیے اور استطاعت سے زیادہ بھی نہیں دینا چاہیے جیسا آج کل رواج ہے۔ شریعت کا اصول ہے کہ مالک اپنے مال میں جائز تصرف کرنے کا پورا پورا اختیار رکھتا ہے۔ اولاد پر خرچ کرنا صدقہ بھی ہے اور صلۂ رحمی بھی۔ جب تک نصِ صریح سے ثابت نہ ہو کہ باپ اپنی بیٹی کو رخصتی کے وقت کچھ نہیں دے سکتا، اس وقت تک جہیز کے عدم جواز کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ آپ نے اپنے دوست کے حوالہ سے سورہ نساء کی ابتدائی آیات خصوصاً آیت ۱۴ کا جو حوالہ دیا ہے وہ موضوع سے غیر متعلق ہے۔ جہاں تک حضرت فاطمہؓ کے جہیز کا تعلق ہے تو طبقات ابنِ سعد اور مسند احمد کی روایات کی روشنی میں حضرت فاطمہؓ کی رخصتی کے موقعہ پر آپؐ کو جو جہیز دیا گیا "وہ ایک چارپائی، ایک بڑی چادر، چمڑے کا تکیہ (جو کھجور کی چھال یا خوشبودار گھاس اذخر سے بھرا ہوا تھا۔ ایک مشکیزہ، دو گھڑے اور ایک آٹا پیسنے کی چکی پر مشتمل تھا۔" (مسند احمد ج ا ص ۱۵۴ مسنداتِ علی۔ طبقات ابنِ سعد ج ۸ ص ۱۴ ذکر سیدہ فاطمہؓ)

سورہ نساء کی مذکورہ آیات میں تو کفار کو جہنمی قرار دیا گیا ہے، اور ان لوگوں کو بھی جو اسلام کے نظام کو تسلیم نہیں کرتے۔ آپ اپنے دوست کو سمجھائیں کہ بلا علم فتاویٰ جاری نہ کریں۔ واللہ اعلم۔